© rasailojaraid.com

تعزیراتِ اسلام

حصہ اوّل ــــــ باب اوّل

سرقہ کے بیان میں

از جناب مولانا قاضی بشیر احمد صاحب

(۲)

لغت عرب میں سرقہ کے معنی یہ ہیں کہ کوئی آدمی خفیہ طور سے دوسرے کی چیز کو محفوظ جگہ سے لے جائے۔[1]

دفعہ نمبر ۱ - اقسام سرقہ | سرقہ کی دو اقسام ہیں - ۱ - سرقہ موجبِ تعزیر ۲ - سرقہ مُوجبِ حَد

دفعہ نمبر ۲ - سرقہ موجب تعزیر کی تعریف | سرقہ موجب تعزیر سے مراد وہ سرقہ ہے جس کی سزا شریعت میں متعین نہ ہو بلکہ قاضی کی صوابدید پر منحصر ہو۔ اگر سرقہ موجبِ حد کو نہ پہنچے تو اس کا شمار موجبِ تعزیر میں ہوگا۔

دفعہ نمبر ۳ سرقہ موجب حد کی تعریف | کوئی مُکلّف، ناطق، بصیر شخص، دوسرے کا مال، جو دس درہم یا اس کی قیمت کو پہنچتا ہو، قدرتی طور پر جلدی بگڑ جانے والا نہ ہو، ملک اور شبہ ملک سے خالی ہو، اس میں معقول تاویل کی گنجائش نہ ہو، خفیہ طور پر بنیّت سرقہ لے جائے، تو کہا جائے گا کہ اس نے سرقہ موجب حد کا ارتکاب کیا ہے۔[2]

تشریح نمبر ۱ | مکلّف، ناطق اور بصیر، ان تینوں صفات کا تعلق مجرم سے ہے۔ اور اگر مجرم کے اندر یہ سب یا ان میں سے کوئی ایک صفت معدوم ہو تو حد سرقہ عائد نہ ہوگی۔ سرقہ کی مذکورہ تعریف درحقیقت شرائطِ سرقہ کا مجموعہ ہے، جن کا تفصیلی ذکر آگے آئے گا۔

---

[1] قاموس بحوالہ تفسیر مظہری ص ۹۷ جلد ۲۔

[2] بحرالرائق و مرقات شرح مشکوٰۃ ۱۵۳ ج ۷، مطبوعہ ملتان۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۲ - امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حد سرقہ اس کافر پر بھی نافذ ہوگی جو ذمی ہو، اور اگر حربی مستأمن ہو (یعنی ایسا کافر جو کچھ عرصہ کے لیے امان لے کر اسلامی حکومت میں رہتا ہو) تو اس پہ حد سرقہ نافذ نہ ہوگی۔ مگر امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس پر بھی حد نافذ ہوگی۔ علامہ ابن عابدین شامی نے پہلے قول کو ترجیح دی ہے[1]۔

۳ - اگر مجنون نے حالت جنون میں سرقہ کیا ہو، یا مجرم نابالغ ہو، تو اس پر حد جاری نہ ہوگی[2]۔ البتہ اگر مجنون نے افاقہ کی حالت میں سرقہ کیا ہو تو اس پہ حد نافذ ہوگی۔ لیکن حد کے نفاذ کے لیے اس کے جنون سے تندرست ہونے کا انتظار کیا جائے گا[3]۔

۴ - بلوغ کی مدت: اس کے بارے میں فقہا کا اس بات پر تو اتفاق ہے کہ جب بلوغ کی علامات ظاہر ہو جائیں تو اس وقت سے لڑکی لڑکا بالغ شمار ہوں گے۔ لیکن اگر بلوغ کی علامات ظاہر نہ ہوں تو اس میں اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک لڑکا اٹھارہ سال کا بالغ ہوگا اور لڑکی پندرہ سال کی۔ صاحبینؒ کے نزدیک لڑکا اور لڑکی پندرہ سال کے بالغ شمار ہوں گے۔ امام ابوحنیفہ کا بھی ایک قول صاحبین کی تائید کرتا ہے۔ اسی طرح امام شافعیؒ کا بھی ایک قول صاحبینؒ کی رائے کا مؤید ہے۔ فقہ حنفی میں فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے[4] جس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ احد کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑائی پر بھیجنے کے لیے میرا معائنہ کیا تو مجھے چھوٹا قرار دے کر واپس کر دیا۔ اس وقت میری عمر چودہ سال کی تھی۔ پھر آپ نے جنگ خندق کے موقع پر میرا معائنہ کیا اس وقت میری عمر پندرہ سال کی تھی تو مجھے لڑائی میں شامل ہونے کی اجازت دے دی گئی[5]۔ اس حدیث

---

[1] رد المحتار ص ۱۹۸ ج ۳ مطبوعہ بولاق مصر۔

[2] رفع القلم عن ثلاثۃ عن النائم حتی یستیقظ و عن المبتلی حتی یبرا و عن الصبی حتی یکبر (بذل المجهود ص ۳۴۸ ج ۱۷)۔

[3] ایضاً

[4] ہدایہ ص ۳۵۸ ج ۳ مطبوعہ کلام کمپنی کراچی۔

[5] مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۹۲ ج ۱ مطبوعہ نور محمد کراچی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے واضح ہے کہ اگر بلوغ کی علامات ظاہر نہ ہوں تو پندرہ سال کی عمر سے کم بالغ شمار نہ ہوگا۔ چنانچہ حضرت نافعؒ نے جب یہ حدیث حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو سنائی تو آپ نے فرمایا کہ بڑے اور چھوٹے کے درمیان فرق کرنے والی یہی عمر ہے۔ پھر آپ نے اپنے سارے عُمّال کو لکھ بھیجا کہ جس کی عمر پندرہ سال ہو جائے اس کے لیے وہ وظیفہ مقرر کرو جو جنگ کے قابل افراد کے لیے مقرر ہے اور جس کی عمر اس سے کم ہو اس کے لیے وہ وظیفہ جاری کرو جو بچوں کے لیے مقرر ہے۔[۱]

تشریح ۲: قبضے کی اقسام۔ تعریف میں جو ذکر ہے کہ مال دوسرے شخص کا ہو اس سے مراد وہ شخص ہے جس کا قبضہ مال پر قبضۂ امانت یا مِلک یا ضمان، اِن تینوں میں سے کوئی ایک صحیح ہو جس کی بنا پر وہ نالش کرنے کا حقدار ہو۔ مثلاً وہ ان لوگوں میں سے ہو جو مالک، اَمین، مُرتَہَن، ضامن، نابالغ کا والد، متولّی، وصی اور مَبیع پر خریداری کی نیت سے قبضہ کرنے والا ہو۔[۲] اگر قبضہ مذکورہ تینوں صورتوں میں سے کوئی نہ ہو تو سارق پر حد جاری نہ ہوگی۔ مثلاً سارق سے اسی مال کو کوئی دوسرا آدمی سرقہ کر کے لے جائے تو اگر پہلے پر حدِ سرقہ ابھی جاری نہ ہوئی ہو تو پہلا قائم مقام غاصب کے ہوگا اور اس کا قبضہ مال پر قبضۂ ضمان ہوگا۔ اس کی نالش سے دوسرے پر حد جاری ہوگی۔ اور اگر پہلے پر حد نافذ ہو چکی تھی اور اس کے بعد دوسرا اس مال کو چوری کر کے لے گیا تو اس صورت میں پہلا نالش کرنے کا حقدار نہیں رہا، اس لیے کہ حد کے نفاذ کے بعد اس کا قبضہ اس مال پر تینوں قسموں میں سے کسی قسم کا بھی نہیں ہے۔ لہٰذا دوسرے پر حد نافذ نہ ہوگی۔[۳]

تشریح ۳: د۔ کن چیزوں کی چوری پر حد نہیں ہے۔ حدِ سرقہ کے لیے مالِ مسروقہ کا نصابِ سرقہ تک پہنچنا ضروری ہے۔ اس بارے میں قرآن کریم کا یہ ارشاد کہ "اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَۃُ فَاقْطَعُوْٓا اَیْدِیَھُمَا" (چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کے ہاتھ کاٹ دو)، عام ہے۔ اس سے اتنی بات تو معلوم ہوتی ہے کہ سرقہ کی سزا قطعِ ید ہے، مگر یہ بات معلوم نہیں ہوتی کہ کتنی مالیت کے سرقہ پر قطع کی سزا دی جائے گی۔ آیت کے عموم کا تقاضا تو یہ ہے کہ مال خواہ کم قیمت کا ہو یا زیادہ، اور

---

[۱] کتاب الخراج لابی یوسفؒ ص ۲۹۰ مترجم اُردو۔

[۲] درمختار ص ۲۱۴ ج ۳۔

[۳] المبسوط للسرخسی ص ۱۴۵ ج ۹ مطبوعہ مصر۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خواہ وہ کسی قسم کا بھی ہو، اس کے سرقہ پہ قطع ید کی سزا نہ دی جائے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے معلوم ہوا کہ سرقہ کا نصاب متعین ہے، لہٰذا آیت کے مفہوم کی وہی تشریح معتبر ہے جو حضور کرتے فرماتی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں حقیر چیز پر ہاتھ نہیں کاٹا جاتا تھا[1]۔ حضرت رافع بن خدیج کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "درخت پہ لگے ہوئے پھلوں اور پودوں پر قطع ید نہیں ہے[2]۔ عمرو بن شعیب کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخت پر لگے ہوئے پھلوں کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر کسی حاجت مند نے صرف ان کو کھایا ہو اور اس سے دامن بھر کر نہ لے گیا ہو تو اس پہ کوئی سزا نہیں ہے اور اگر کچھ لے کر گیا ہو تو اس پہ تاوان ہے۔ اور اگر اس نے اتنا سرقہ کیا ہو جس کی قیمت ایک ڈھال کی قیمت کے برابر ہو تو اس پر قطع ید ہے[3]۔

مذکورہ بالا روایات سے معلوم ہوا کہ معمولی مقدار کے سرقہ پہ حد سرقہ نافذ نہیں ہوتی بلکہ اس کے لیے مقدار متعین ہے جس سے ثابت ہوا کہ آیت اپنے عموم پہ نہیں ہے بلکہ اس کے اندر حدیث سے تخصیص پیدا ہو چکی ہے۔

ب۔ نصاب سرقہ: اب رہی یہ بات کہ نصاب سرقہ کیا ہے؟ تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک چوتھائی دینار نصاب سرقہ ہے۔ امام مالک کے نزدیک تین درہم نصاب ہے۔ اور احناف کے نزدیک کم از کم دس درہم یا ایک دینار[4] یا اتنی قیمت کی کوئی چیز ہے[5]۔

امام شافعیؒ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کردہ حدیث سے استدلال کرتے ہیں جس میں مذکور ہے کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ" ہاتھ دینار کے چوتھے حصے یا اس سے زائد پہ ہی کاٹا جائے گا[6]۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سرقہ کے ایک واقعہ پہ اسی حدیث کے پیش نظر

---

[1] بحوالہ تفسیر مظہری ص ۱۰۵ ج ۳
[2] مشکوٰۃ باب قطع السرقہ
[3] مشکوٰۃ باب قطع السرقہ
[4] المبسوط للسرخسی ص ۱۴۰ ج ۹
[5] ہدایہ باب السرقہ۔
[6] متفق علیہ۔ مشکوٰۃ شریف ص ۳۱۳ باب قطع السرقہ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قطع ید کا فتویٰ بھی دیا تھا۔ واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ:

عَمرَہ بنت عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئیں۔ ان کے ساتھ دو آزاد کی ہوئی لونڈیاں تھیں اور عبداللہ بن ابی بکر کی اولاد کا ایک غلام بھی تھا۔ ان دونوں عورتوں کے ساتھ ایک چادر بھیجی جسے مراجل کہتے ہیں۔ اس کو ایک سبز کپڑے سے سی دیا گیا تھا۔ عَمرہ کا بیان ہے کہ غلام نے سبز کپڑا پھاڑ کر چادر نکال لی اور اس کی جگہ نمدہ یا پوستین رکھ کر سی دیا۔ جب ہم لوگ مدینہ پہنچے تو یہ پلندہ اس کے مالک کو دے دیا۔ اُسے جب کھولا گیا تو چادر کے بجائے نمدہ نکلا۔ ان دونوں لونڈیوں سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مطلع کیا اور اس غلام پر شبہ ظاہر کیا۔ جب اس غلام سے دریافت کیا گیا تو اس نے جرم کا اقرار کر لیا۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا "چوتھائی دینار یا اس سے زیادہ کی چوری میں ہاتھ کاٹا جاتا ہے"۔[۱] یہ روایات امام شافعیؒ کے مسلک کی تائید کرتی ہیں کہ نصابِ سرقہ موجب قطع چوتھائی دینار ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے استدلال کرتے ہیں جس میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چور کا ہاتھ ایک ڈھال کی چوری کرنے پر قطع کیا تھا جس کی قیمت تین درہم تھی"۔[۲]

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں ایک چور نے "ترنجہ" چرایا تھا تو آپ نے اس کی قیمت لگانے کا حکم دیا۔ قیمت بارہ درہم فی دینار کے لحاظ سے تین درہم لگائی گئی تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا۔[۳] امام مالک رحمۃ اللہ انہی روایات کو اپنے مسلک کی بنیاد بناتے ہیں۔

نصابِ سرقہ کے بارے میں امام شافعیؒ اور امام مالک کے درمیان حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں ہے اس لیے کہ دینار کا چوتھائی حصہ اُس وقت تین درہم کے مساوی تھا اور ایک دینار بارہ درہم کا تھا۔[۴]

۱۔ مؤطا امام محمد ص ۳۱۱ باب ما یجب فیہ القطع۔ ۲۔ مشکوٰۃ باب قطع السرقہ ص ۳۱۳

۳۔ موطا امام محمد ص ۳۱۲ باب ما یجب فیہ القطع

۴۔ مرقات شرح مشکوٰۃ ص ۱۵۳ ج ۷ مطبوعہ ملتان۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ ڈھال کی قیمت میں اختلاف ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے اگرچہ اس کی قیمت تین درہم معلوم ہوتی ہے، مگر عمرو بن شعیب کی روایت میں ڈھال کی قیمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دس درہم مخفی[1] سعید بن المسیب کی روایت میں بھی یہی ہے کہ ڈھال کی قیمت دس درہم تھی[2] اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دس درہم کے سرقہ پر ہاتھ کاٹا جاتا تھا[3]۔

ان تمام روایات کو دیکھنے سے نصاب سرقہ کے بارے میں تین درہم اور دس درہم دو مقداریں معلوم ہوتی ہیں۔ مگر تین درہم سے کم نصابِ سرقہ ثابت نہیں ہوتا۔ ان میں سے امام ابوحنیفہؒ نے دس درہم کو نصاب سرقہ موجب قطع قرار دیا ہے۔ اس لیے کہ دس درہم کے برابر سرقہ کرنے پر سب کا اتفاق ہے کہ مجرم پر حد سرقہ نافذ کی جائے گی۔ لہٰذا اس نصاب کے یقینی طور پر متعین ہونے پر بھی سب کا اتفاق ہونا چاہیے اور وہ دس درہم ہی ہو سکتا ہے۔ خاص کر اس لیے بھی کہ دس درہم کے نصاب میں حد سے بچنے کا مسلمانوں کو راستہ مل جاتا ہے جو اس حدیث کا منشا بھی ہے:۔

"مسلمانوں سے حدود کو جہاں تک ممکن ہو سکے ٹالو۔ اگر ان کے لیے حد سے بچ جانے کا کوئی راستہ نکلتا ہو تو ان کا راستہ خالی کر دو۔ اس لیے کہ حد کو معاف کرنے میں امام کا خطا کرنا اس سے بہتر ہے کہ وہ سزا دینے میں خطا کرے"[4]۔

دس درہم سے کم میں چونکہ اختلاف ہے جو شبہ کو پیدا کرتا ہے، اسی لیے دس درہم سے کم میں مسلمانوں کو حد سے بچ نکلنے کا راستہ مل جاتا ہے۔ چنانچہ امام ابوحنیفہؒ نے دس درہم کو نصاب سرقہ قرار دے کر اسی احتیاط پر عمل کیا ہے۔

ج۔ شرائط نصاب۔ نصاب سرقہ میں وہ مال مسروقہ (موجبِ حد) شامل ہوگا جس میں مندرجہ ذیل شرائط موجود ہوں:۔

۱۔ اس مال کی اسلام کی نظر میں مالیت ہو:۔

مثلاً شراب اور خنزیر کی اسلام کی نظر میں مالیت نہیں ہے، خواہ اس کا سارق مسلمان ہو یا ذمی، اور

---

[1] مرقات شرح مشکوٰۃ ص ۱۰۵ ج ۴ [2] ایضاً [3] ایضاً

[4] مشکوٰۃ باب السرقہ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خواہ چرائے ہوئے مال کا مالک بھی مسلمان ہو یا ذمی۔[1] اسی طرح آلاتِ لہو جیسے طبل، باجا، شطرنج اور بانسری وغیرہ۔ اس طرح کی چیزیں نصابِ سرقہ (موجبِ حد) میں شامل نہ ہوں گی۔[2]

اسلام کی نظر میں جو چیز مالیت رکھتی ہو، مگر اس کی قیمت متعین نہ ہو، اس کی قیمت دو عادل اور قیمت لگانے میں ماہر اشخاص متعین کریں گے۔[3]

۲ - مقصود بالذات ہو۔[4]

اس کا مطلب یہ ہے کہ سارق نے جس مال کا سرقہ کیا ہے اس کا مقصود صرف یہی مال تھا۔ بعد میں اگر اس کو اس مال کے ضمن میں اور بھی کوئی مال مل گیا جس کا اس نے بوقت سرقہ قصد نہ کیا تھا تو یہ ضمنی مال نصابِ سرقہ میں شامل نہ ہوگا۔ مثلاً سارق نے ایک کوٹ چوری کیا اور بعد میں اسی کوٹ سے اس کو کچھ نقدی، روپیہ یا کوئی چیز مل گئی تو یہ چیزیں نصابِ سرقہ میں شامل نہ ہوں گی۔[5] البتہ جو چیز روپوں کے لیے بطور ظرف ہی متعین ہو مثلاً بٹوا، تو اس کے سرقہ کرنے پر اس کے ضمن میں حاصل ہونے والی رقم کو بھی نصابِ سرقہ میں شامل کیا جائے گا۔[6]

۳ - اس مال کی چوری میں سرقہ موجبِ حد سے بچنے کی کسی معقول تاویل کی گنجائش نہ ہو۔[7]

۴ - مال بمقدار نصابِ سرقہ ایک ہی مرتبہ ایک ہی محفوظ جگہ سے باہر نکالا گیا ہو۔[8]

توضیح: نصاب میں مجموعی مالیت کا اعتبار کس صورت میں کیا جائے گا اور کس صورت میں نہ کیا جائے گا؟ اگر مختلف محفوظ مقامات سے مال چوری کیا گیا ہو اور ہر جگہ سے سرقہ نصاب سے کم ہو لیکن سب کی مجموعی مالیت نصاب کو پہنچتی ہو، یا سرقہ تو ایک ہی محفوظ جگہ سے کیا گیا ہو، مگر مال کو تھوڑا تھوڑا کر کے محفوظ

---

۱ درمختار ص ۱۹۹ ج ۳۔

۲ ہدایہ و درمختار ص ۲۰۵ ج ۳۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ان چیزوں کی مالیت تو ہے مگر اس کا نصاب کے اندر اعتبار نہ ہوگا۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک ان اشیاء کی سرے سے کوئی مالیت ہی نہیں ہے۔ اسی پر فتویٰ ہے۔

۳ درمختار ص ۱۹۹ ج ۳ ۴ درمختار ص ۱۹۹ ج ۳

۵ ہدایہ ص ۵۴۰ ج ۱۔ بحر الرائق ص ۵۴ ج ۵۔ درمختار ص ۱۹۹ ج ۳

۶ درمختار ص ۱۹۹ ج ۳ ۷ درمختار ص ۲۰۵ ج ۳ ۸ درمختار ص ۲۰۰ ج ۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

محفوظ مقام سے باہر کئی مرتبہ نکالا گیا ہو اور ہر مرتبہ نصاب سے کم نکالا گیا ہو، تو ان دونوں صورتوں میں مال کے مجموعے کو نصاب میں شامل نہیں کیا جائے گا۔ البتہ اگر محفوظ مال کو باہر نکالنے سے پہلے مکان کی چار دیواری وغیرہ کے اندر تھوڑا تھوڑا کر کے اس کو جمع کیا گیا ہو پھر وہاں سے بقدر نصاب باہر نکالا گیا ہو تو ایسی صورت میں مجموعی مالیت کا اعتبار کیا جائے گا۔[1]

تشریح ۴ | حفاظت مال اور اس کی اقسام: مال کے محفوظ ہونے کی شرط خود مفہوم سرقہ سے واضح ہے اس لیے کہ "سرقہ محفوظ چیز کے چرانے کا نام ہے"[2]۔ چنانچہ ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ "وما كان من الجرن ففيه القطع اذا بلغ ثمن المجن"[3] یعنی جو چیز محفوظ جگہ سے نکالی گئی ہو اس کے چرانے پر قطع ہے۔ بشرطیکہ اس کی قیمت ڈھال کی قیمت کے برابر ہو۔ ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے "درخت پر لگے ہوئے پھلوں اور اس بکری کی چوری میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا جو پہاڑ پر بغیر محافظ کے پھرتی رہی۔ مگر جب بکری گھر آ جائے یا پھل کاٹ کر کہیں خشک کرنے کو رکھا جائے تو پھر اسے سرقہ کرنے پر قطع کی سزا ہوگی۔ بشرطیکہ مسروقہ مال کی قیمت ڈھال کے برابر ہو۔"[4]

مذکورہ دونوں حدیثوں سے واضح ہے کہ قطع کی سزا صرف اس صورت میں دی جائے گی جب کہ مال کو محفوظ مقام سے چرایا گیا ہو۔ علامہ ابن قدامہ نے مغنی کے اندر اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ حد سرقہ کے لیے ضروری ہے کہ مال محفوظ مقام سے چرایا گیا ہو۔[5]

مال کی حفاظت دو طرح سے ہوتی ہے۔ ایک یہ کہ مال ایسی جگہ سے لیا گیا ہو جہاں دوسرے شخص کی آمد و رفت اجازت کے بغیر ممنوع ہو۔ گھر، خیمہ، دکان، بکریوں کا باڑہ، گھوڑوں کا اصطبل، صندوق

---

[1] در مختار ص ۲۰۰ ج ۳ ۔

[2] لما كان فى اسم السرقة ما ينبئ عن صفة الاحراز صار كون المال محرزا بالنص۔ المبسوط للسرخسی ص ۱۴۶ ج ۹ مطبوعہ مصر ۔

[3] ابوداؤد [4] موطا امام محمدؒ ۔

[5] المغنی ابن قدامہ ص ۲۴۸ ج ۸ مصر۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور جیب وغیرہ اسی قسم میں داخل ہیں[۱]۔ اس قسم کے بارے میں فقہاء کا اس بات میں اختلاف ہے کہ ایک طرح کے مال کی حفاظت کے لیے جو جگہ بنائی گئی ہو کیا وہی جگہ دوسری طرح کے مال کے لیے بھی محفوظ جگہ شمار ہو گی، یا ہر مال کی جائے حفاظت اپنی نوعیت کے لحاظ سے جداگانہ طور پر ہو گی؟ اگرچہ بعض فقہاء اس طرف گئے ہیں کہ جائے حفاظت ہر مال کے لیے اپنی نوعیت کی جداگانہ ہو گی، لیکن فتویٰ اس بات پر ہے کہ ایک قسم کے مال کے لیے جو جائے حفاظت ہو گی وہی باقی اقسام کے لیے بھی جائے حفاظت کہلائے گی۔ چنانچہ یہ حضرات بطور مثال فرماتے ہیں کہ اصطبل گھوڑوں کی حفاظت کی جگہ ہے، مگر یہی جگہ روپوں کے لیے بھی محفوظ جگہ ہو گی لہٰذا اس جگہ سے سرقہ کرنا محفوظ مقام سے سرقہ کرنا شمار کیا جائے گا[۲]۔

حفاظت کا دوسرا طریقہ چوکیداری ہے۔ اگر مال کھلے مقام میں ہو، مگر چوکیدار کی نگرانی میں رکھا ہوا ہو تو یہ بھی محفوظ شمار ہو گا۔ اور حفاظت کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ چوکیدار بیدار رہی ہو بلکہ مال کا چوکیدار کے قریب ہونا ضروری ہے۔ پھر اگر چوکیدار سو بھی جائے تو بھی مال چوکیدار کی حفاظت میں شمار ہو گا۔ چنانچہ حضرت صفوانؓ بن امیہ مسجد کے اندر چادر سر کے نیچے رکھ کر سوئے ہوئے تھے کہ وہاں سے چور لے گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر قطع کی سزا نافذ فرمائی تھی[۳]۔

اگر مال حفاظت کی مذکورہ دونوں قسموں میں داخل نہ ہو تو اس سرقہ پر تعزیری سزا دی جائے گی لیکن حد نافذ نہ ہو گی۔ لہٰذا جو لوگ گھروں میں اجازت کے بغیر آمد و رفت کرتے ہوں جیسے گھروں کے ملازم وغیرہ، یا وہ لوگ جو گھروں میں اجازت سے داخل ہوئے ہوں جیسے مہمان، تو ان کے حق میں جگہ محفوظ نہ رہے گی۔ لہٰذا اگر ان لوگوں میں سے کوئی بقدر نصاب سرقہ کرلے تو حد نافذ نہ ہو گی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے درخواست کی کہ میرے غلام کا ہاتھ کاٹ دیجیے اس لیے کہ اس نے میری عورت کا شیشہ چرایا ہے جس کی قیمت ساٹھ درہم ہے، تو آپ نے فرمایا اس کے لیے قطع ید کی سزا نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ آپ کا خادم ہے جس نے آپ کا مال

---

[۱] ہدایہ ج ۲ ص ۵۴۴ مطبوعہ سلام کمپنی کراچی۔

[۲] شامی ص ۲۰۹ ج ۳ اور بحر ص ۵۸ ج ۵ مطبوعہ دارالکتب العربیۃ الکبریٰ بیروت۔

[۳] ہدایہ ص ۵۴۴ ج ۲ اور معین الحکام ص ۲۲۴۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیا ہے[1]۔ یعنی اس کے حق میں چونکہ مال محفوظ نہیں ہے لہٰذا قطع ید کی سزا نہیں دی جا سکتی۔

تشریح ۵ | ۱۔ مال کا محفوظ جگہ سے اخراج ۔ خفیہ طور پر مال کو محفوظ جگہ سے باہر نکال لینے کا مطلب یہ ہے کہ سارق اخذِ تام کے طور پر قابضِ مال کے علم اور رضا کے بغیر مال لے جائے[2]۔ اس کی چار صورتیں بنتی ہیں:

۱۔ مجرم کے خیال میں قابض مال کو اس کے فعل کا علم ہے، حالانکہ حقیقت میں اس کو علم نہیں ہے۔

۲۔ مجرم کے خیال میں قابض مال کو اس کے فعل کا علم نہیں ہے، حالانکہ حقیقت میں اس کو علم ہے۔

۳۔ دونوں کو ایک دوسرے کا علم نہیں ہے۔

۴۔ دونوں کو ایک دوسرے کا علم ہے[3]۔

ان میں سے پہلی تین صورتیں موجب حد ہیں۔ پہلی اور تیسری میں فقہاء کا اتفاق ہے، البتہ دوسری صورت میں اختلاف ہے۔ لیکن ترجیح حد کے نفاذ کو دی گئی ہے اور قابض مال اور سارق میں سے کسی ایک کے عدم علم کو حد کے لیے کافی سمجھا گیا ہے[4]۔

اور چوتھی صورت میں بھی اتفاق ہے کہ یہ موجبِ حد نہیں ہے۔ البتہ رات کو تکمیلِ جرم کے وقت اگر دونوں کو ایک دوسرے کا علم ہو جائے تو حد نافذ ہوگی[5] بشرطیکہ سارق مال کا اخذ تام کرے۔

۲۔ اخذِ تام ہونے کے لیے ان امور کا موجود ہونا ضروری ہے:

۱۔ سارق مال کو جائے حفاظت سے باہر نکال لے۔

۲۔ قابضِ مال کی قیام گاہ سے بھی باہر نکال لے جائے۔

۳۔ مال، سارق کے قبضہ میں داخل ہو جائے[6] اگر ان تینوں صورتوں میں سے کوئی امر رہ جائے تو حد نافذ نہ ہوگی۔

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک شخص پیش کیا گیا جو نقب لگا کر مکان میں گھس گیا تھا۔

۱۔ مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۱۴ والمغنی ص ۲۷۶ ج ۱۰

۲۔ التشریع الجنائی ص ۵۱۸ ج ۲ ۳۔ شامی ص ۱۹۹ ج ۳

۴۔ الاکتفاء بکونہا خفیۃ فی زعم احدہما شامی ص ۱۹۹ ج ۳ ۵۔ ایضاً

۶۔ التشریع الجنائی الاسلامی ص ۵۱۸ ج ۲ والبحر الرائق ص ۵۹ ج ۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مگر مال کو محفوظ جگہ سے باہر نکالنے سے قبل پکڑا گیا تو آپ نے اس کا ہاتھ نہیں کاٹا۔[1] اسی طرح حضرت سلمان بن موسٰی سے روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چور کے بارے میں یہ فیصلہ فرمایا کہ اس پر اسی صورت میں قطع کی سزا عائد ہوگی جبکہ وہ سامان کو محفوظ جگہ سے منتقل کرے اور مکمل طور پہ اس سے باہر نکال لانے۔[2] حضرت عاصمؒ نے حضرت شعبی کا قول نقل کیا ہے کہ قطع کے لیے ضروری ہے کہ سارق سامان کو گھر سے باہر نکال لے۔[3]

فقہاء نے ان صورتوں میں مال کو باہر نکالنے پہ حد کے اجرا کو جائز نہیں رکھا:۔

۱۔ چور گھر میں نقب لگا کر گھس گیا پھر اس نے اندر سے مال دوسرے چور کو پکڑا دیا جو باہر کھڑا تھا۔

۲۔ سارق نے مکان کے اندر داخل ہونے کے بعد اس نے سامان پہلے جائے نقب پہ رکھا پھر خود باہر نکلا اور باہر نکل کر سامان جائے نقب سے لے گیا۔

۳۔ اس نے سامان اندر سے باہر پھینکا جو اس کی نظر سے اوجھل ہوگیا۔[4] البتہ اگر نظر سے غائب نہ ہوا ہو تو حد جاری ہوگی۔[5]

پہلی صورت میں مکان کے اندر داخل ہونے والے نے حفاظت کو توڑنے کا فعل مجرمانہ کا اگرچہ ارتکاب کیا لیکن محفوظ جگہ سے باہر مال درحقیقت باہر والے نے نکالا ہے۔ اور باہر والے نے چونکہ مداخلت بیجا نہیں کی اس لیے اس پہ بھی حد جاری نہ ہوگی۔ اور دوسری صورت میں جب اس نے جائے نقب سے سامان اٹھایا تو درحقیقت اخذ تام اسی وقت ہوا لیکن اس وقت چونکہ مال محفوظ نہیں رہا تھا لہٰذا حد جاری نہ ہوگی۔ اور تیسری صورت میں مال جب سارق کی نظر سے غائب ہوگیا تو اس کا قبضہ اس پہ نہ رہا۔ ایسی صورت میں اس پہ مال کے نقصان کا تاوان عائد ہوگا مگر حد جاری نہ ہوگی۔

---

[1] کتاب الخراج لابی یوسفؒ و مبسوط للسرخسی ص ۱۳۹ ج ۹

[2] کتاب الخراج لابی یوسفؒ المصنف لعبدالرزاق ص ۱۹۶ ج ۱۰ مطبوعہ بیروت

[3] کتاب الخراج لابی یوسف المصنف لعبدالرزاق ص ۱۹۶ ج ۱۰ مطبوعہ بیروت۔

[4] منحۃ الخالق علی بحر ص ۶۰ ج ۵ مطبوعہ دارالکتب العربیۃ الکبریٰ [5] ایضاً

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ حد اسی صورت میں عائد ہوگی جب کہ اخذ تام ہو جائے۔

۳ - اگر سرقہ دن کے وقت ہو تو اجراء حد کے لیے ضروری ہے کہ اقدام جرم سے لے کر تکمیل جرم تک مجرم کا فعل خفیہ رہا ہو۔ مغرب اور عشاء کا وقت بھی دن میں شامل ہوگا۔ کیونکہ اس وقت تک لوگ ابھی چلتے پھرتے رہتے ہیں۔ اور اگر سرقہ رات کو ہو تو اقدام جرم کے وقت مجرم کے فعل کا خفیہ ہونا حد کے نفاذ کے لیے شرط ہے۔ البتہ اس صورت میں جرم کے مکمل ہونے تک خفیہ حالت کا باقی رہنا ضروری نہیں ہے[1]۔

۴ - اگر قابضِ مال کو مال لے جانے کا علم تو ہو مگر اس کی رضا نہ ہو تو اس صورت میں حد نافذ نہ ہوگی۔ چنانچہ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ خائن، چھین کر اور اچک کر لے جانے والے پر قطع نہیں ہے[2]۔ ابن شہاب زُہری سے روایت ہے کہ ایک شخص مروان بن حکم کے زمانے میں کسی کی چیز کو اچک کر لے گیا تو مروان نے اس کا ہاتھ کاٹنا چاہا۔ اس پر زید بن ثابتؓ اس کے پاس آئے اور اس سے بیان کیا کہ اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ امام محمدؒ نے کہا کہ ہم اسی پر عمل کرتے ہیں کہ اچکے کا ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ امام ابوحنیفہؒ کا یہی قول ہے[3]۔ اس روایت سے ظاہر ہے کہ جو مال قابضِ مال کے علم میں اس کی رضا کے بغیر لیا جائے اس پر حد نافذ نہ ہوگی البتہ تعزیری سزا دی جائے گی۔

۵ - ایک سے زائد بار کا سرقہ۔ اگر سارق نے بمقدار نصاب مال اخذ تام کے طور پر کئی بار محفوظ مقام یا مقامات سے سرقہ کیا ہو تو حد سب کی جانب سے ایک ہی ہوگی بشرطیکہ آخری سرقہ سے قبل اس پر پہلے سرقہ کی حد جاری نہ ہو چکی ہو ورنہ بعد کے سرقہ کی مستقل حد جاری ہوگی اور اجراء حد کے لیے یہ ضروری نہ ہوگا کہ جن لوگوں کا مال سرقہ ہوا ہے وہ سب مل کر نالش کریں بلکہ کسی بھی قابضِ مال کی نالش پر حد جاری ہو سکتی ہے جو سب قابضین مال کی جانب سے متصور ہوگی خواہ قابضین مال ایک ہی سرقہ سے متاثر ہونے والے افراد ہوں یا متعدد سرقات کے متعدد افراد ہوں[4]۔

---

[1] (خفیۃ) ابتداء وانتہاءً لو لاخذ نہاراً ومنہ ما بین العشائین وابتداء فقط لو لیلاً
در مختار ص ۱۹۹ ج ۳ [2] مشکوٰۃ [3] مؤطا امام محمدؒ ص ۳۱۴۔
[4] ہدایہ ۵۵۳ ج ۲ مطبوعہ کلام کمپنی کراچی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۶ - ایک سے زائد افراد کا سرقہ - اگر حرز سے مال ایک سے زائد افراد نے نکالا ہو تو حد سرقہ سب پہ نافذ ہوگی بشرطیکہ مال ہر ایک کے حصّہ میں بمقدار نصاب آتا ہو[1] اور وہ معلوم بھی ہوں - نیز یہ کہ ان میں کوئی غیر مکلّف اور قابضِ مال کا کوئی قریبی رشتہ دار نہ ہو[2] - ورنہ سب کو تعزیر کی سزا دی جائے گی[3] اور ان کو اظہار توبہ تک قید بھی رکھا جائے گا[4]

۷ - اخراج مال کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر ایک مال کو خود حرز سے باہر لائے بلکہ اگر وہ ایک آدمی کی پشت پہ لاد کر باہر لاتے ہیں تو بھی سب کی جانب سے جرم تصوّر ہوگا -

۸ - اگر حرز سے سامان باہر نکالنے کے بعد بعض چور غائب ہو جائیں اور بعض پکڑے جائیں اور گواہ سب کے بارے میں سرقہ کرنے کی گواہی دیں تو حاضر مجرموں پہ حد جاری کی جائے گی اور غائب اگر پکڑے جائیں تو یہی گواہ یا دیگر گواہ دوبارہ ان ملزموں کے سامنے پھر سے گواہی دیں گے تو حد جاری ہوگی ورنہ نہیں[6]

(باقی)

---

[1] شامی ص ۲۰۳ ج ۳ [2] معین الحکام ص ۲۲۳ ہدایہ ص ۵۳۵ ج ۲
[3] المبسوط ص ۱۴۹ ج ۹ [4] شامی [5] شامی ص ۱۹۸ ج ۳
[6] التشریع الجنائی الاسلامی ص ۶۱۲ ج ۲

© rasailojaraid.com